TAMSAAL
تمثال

ISSN P: 3007-5939
ISSN E: 3007-5947

Website: www.tamsaal.pk
Vol:3 , No:1,2025
Email: tamsaalurdu@gmail.com

شمیم اختر

ریسرچ اسکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

فکرِ اقبال اور گلوبلائزیشن کے چیلنجز

Shamim Akhter
Research Scholar, University Of The Punjab, Lahore

Iqbal’s Thought And The Challenges Of Globalization

This research article critically examines Allama Iqbal’s philosophical and poetic thought in the context of globalization and its multidimensional challenges. Globalization has transformed the modern world through rapid communication, economic integration, and cultural exchange, but it has also intensified issues such as cultural domination, materialism, economic exploitation, and identity crises. The study highlights that Iqbal’s philosophy of *Khudi* (selfhood), his vision of collective unity, and his emphasis on spiritual and intellectual freedom provide meaningful responses to these contemporary challenges. By analyzing the socio-political, cultural, and economic dimensions of globalization, the article demonstrates how Iqbal’s ideas can serve as a guiding framework for individuals and nations, particularly Muslim societies, in preserving their cultural identity while benefiting from modern progress. Iqbal’s emphasis on youth empowerment, self-realization, and the pursuit of justice underscores his relevance in addressing the imbalance created by globalization. His thought transcends temporal boundaries, offering universal solutions to the dilemmas of the modern world. The findings suggest that Iqbal’s vision is not confined to a particular region or era; rather, it is a dynamic intellectual resource that bridges tradition and modernity. Ultimately, the article concludes that Iqbal’s message remains vital in constructing a balanced approach to globalization—one that embraces technological and economic opportunities without compromising spiritual and cultural integrity.

Keywords: Iqbal Studies, Globalization, Philosophy of Khudi, Youth Empowerment, Cultural Identity, Islamic Civilization, Spiritual Freedom, Economic Justice, Modern Challenges, Universal Relevance

ادب و فلسفہ کے میدان میں بعض ایسی شخصیات سامنے آتی ہیں جن کی فکر صدیوں تک رہنمائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ علامہ محمد اقبال ان شخصیات میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اقبال کی شاعری اور فکر نہ صرف برصغیر کی تحریکِ آزادی کے لیے انقلابی بنیاد فراہم کرتی ہے بلکہ آج بھی عالمی سطح پر انسانی، تہذیبی اور فکری مسائل کے حل کے لیے ایک مستقل سرچشمہ ہے۔ بیسویں صدی کی ابتداء میں اقبال نے جس جرأتِ اظہار کے ساتھ قوموں کو بیداری، خودی، عمل اور عشق کی دعوت دی، وہ دراصل آنے والے زمانوں کے بڑے چیلنجز کے لیے فکری تیاری بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی فکر کو محض ادبی یا فلسفیانہ روایت تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے عالمی مسائل اور بالخصوص گلوبلائزیشن کے تناظر میں بھی پرکھنے کی ضرورت ہے۔

گلوبلائزیشن موجودہ عہد کی ایک بڑی حقیقت ہے جو سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی سطح پر انسانی زندگی کو نئی جہات عطا کر رہی ہے۔ بظاہر یہ عمل دنیا کو قریب لا رہا ہے، فاصلے

سمیٹ رہا ہے اور عالمی سطح پر یکسانیت کے رجحانات پیدا کر رہا ہے، مگر حقیقت میں یہ تہذیبی شناختوں کو مٹانے، طاقتور قوموں کی بالادستی قائم رکھنے اور معاشی و فکری استحصال کا ذریعہ بھی بن رہا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی، میڈیا اور سرمایہ دارانہ نظام نے ایک ایسی دنیا تشکیل دی ہے جہاں کمزور اقوام اپنی انفرادی شناخت برقرار رکھنے کے بحران سے دوچار ہیں۔ اس پس منظر میں یہ سوال نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اقبال کی فکر ان چیلنجز کا سامنا کرنے میں کس طرح ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔

اقبال کی فکر کی بنیاد "خودی" پر ہے، جو فرد کو اپنی اصل پہچان، روحانی قوت اور تخلیقی امکانات کا شعور عطا کرتی ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں جب مغربی تہذیب کا غلبہ اور صارفیت کا جادو فرد کو اپنی اصل سے دور کر رہا ہے، اقبال کا پیغام یاد دلاتا ہے کہ اصل طاقت فرد کی داخلی خودی اور اس کی روحانی مرکزیت میں مضمر ہے۔ اقبال کے نزدیک وہی قومیں ترقی کی منازل طے کر سکتی ہیں جو اپنی خودی کو پہچانیں اور اسے مضبوط بنائیں۔ یہی پیغام آج کی دنیا میں بھی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ گلوبلائزیشن کے دباؤ میں بہت سی قومیں اپنی انفرادی اور تہذیبی شناخت سے غافل ہو چکی ہیں۔

گلوبلائزیشن کے دوسرے بڑے چیلنجز میں معاشی ناہمواری، سامراجی اثرات اور تہذیبی یکسانیت شامل ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام نے دنیا کو بظاہر ایک عالمی گاؤں بنا دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ طاقتور قوموں نے اس نظام کو اپنی برتری قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے وسائل کا استحصال کیا جا رہا ہے اور ان پر ایسی اقدار اور نظریات مسلط کیے جا رہے ہیں جو ان کی مقامی روایات اور سماجی ڈھانچے سے متصادم ہیں۔ اقبال اس صورتِ حال کی پیش بینی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہمیشہ اپنی تہذیبی بنیادوں کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی تہذیب کی اصل قوت قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں جب مغربی اقدار کے زیرِ اثر نئی نسل اپنی جڑوں سے دور ہو رہی ہے، اقبال کا پیغام یہی ہے کہ صرف اپنی تہذیبی اساس پر کھڑا ہو کر ہی عالمی چیلنجز کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

ثقافتی گلوبلائزیشن بھی ایک اہم پہلو ہے جس نے زبان، ادب، آرٹ اور اقدار کو یکساں رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ میڈیا کے ذریعے مغربی طرزِ زندگی، فیشن، موسیقی اور فلمی صنعت دنیا بھر پر اثرانداز ہو رہی ہے۔ ایسے میں یہ خطرہ بڑھ جاتا ہے کہ کمزور اقوام اپنی ثقافتی شناخت کھو بیٹھیں گی۔ اقبال نے اپنی شاعری میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ اقوام کی اصل طاقت ان کی اپنی روایات اور ثقافت میں ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی روحانی اور تہذیبی بنیادوں کو فراموش کر دے تو وہ کبھی بھی حقیقی معنوں میں ترقی نہیں کر سکتی۔ لہٰذا گلوبلائزیشن کے اس تناظر میں اقبال کی فکر نئی نسل کو اپنی تہذیبی شناخت کے تحفظ کا سبق دیتی ہے۔

گلوبلائزیشن نے تعلیم اور علم کے شعبے کو بھی متاثر کیا ہے۔ ایک طرف یہ عمل معلومات کے تیز تر تبادلے اور سائنسی ترقی کا باعث ہے، تو دوسری طرف اس نے علم کو محض ایک معاشی وسیلہ بنا دیا ہے۔ اقبال علم کو ہمیشہ ایک اعلیٰ مقصد سے جوڑتے ہیں۔ ان کے نزدیک علم کا مقصد محض روزگار کا حصول نہیں بلکہ فرد اور قوم کی شخصیت کی تعمیر، روحانی ارتقاء اور معاشرتی خدمت ہے۔ اس لیے گلوبلائزیشن کے تعلیمی چیلنجز کے مقابلے میں اقبال کی فکر ہمیں ایک متوازن نقطہ نظر فراہم کرتی ہے جو علم کو روحانی اور اخلاقی قدروں سے ہم آہنگ کرتی ہے۔

مزید یہ کہ اقبال نے ہمیشہ نوجوانوں کو اپنی قوم کا حقیقی سرمایہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر نوجوان اپنی خودی پہچان لیں، عشقِ رسول ﷺ سے وابستہ ہوں اور عمل کے میدان میں آگے بڑھیں تو کوئی طاقت انہیں غلام نہیں بنا سکتی۔ گلوبلائزیشن کے دور میں جب نوجوان طبقہ سب سے زیادہ مغربی اثرات کا شکار ہے، اقبال کی یہ رہنمائی اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ فکر نوجوانوں کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد دلاتی ہے اور انہیں اس بات کا شعور دیتی ہے کہ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کا سامنا کر سکتے ہیں۔

یوں اقبال کی فکر اور گلوبلائزیشن کے چیلنجز کا باہمی مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اقبال محض شاعر یا فلسفی نہیں بلکہ ایک ایسے مفکر ہیں جنہوں نے آنے والے زمانوں کے مسائل کا اندازہ لگا کر ان کے حل کی بنیاد فراہم کی۔ ان کی فکر آج بھی نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ گلوبلائزیشن نے جہاں دنیا کو قریب کیا ہے، وہاں کئی نئے بحران بھی پیدا کیے ہیں۔ ان بحرانوں سے نکلنے کے لیے اقبال کا پیغام ہمیں داخلی استحکام، روحانی بیداری اور تہذیبی خوداعتمادی کی طرف بلاتا ہے۔

اس تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ فکرِ اقبال کو گلوبلائزیشن کے تناظر میں پرکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان کی فکر آج کی دنیا میں کس طرح رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف اقبالیات کے نئے پہلو کو اجاگر کرے گا بلکہ موجودہ عہد کے مسائل کو سمجھنے اور ان کا حل تلاش کرنے میں بھی مدد دے گا۔

گلوبلائزیشن: مفہوم اور اثرات

گلوبلائزیشن جدید دنیا کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس نے گزشتہ چند دہائیوں میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔اس کا تعلق محض معاشی یا تجارتی سطح تک محدود نہیں بلکہ یہ سیاسی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی اور حتیٰ کہ مذہبی شعبوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ بظاہر گلوبلائزیشن کا مقصد دنیا کو قریب لانا، فاصلے سمیٹنا اور ایک ایسا نظام تشکیل دینا ہے جس میں تمام اقوام و ممالک ایک دوسرے سے باہم مربوط ہوں۔تاہم حقیقت یہ ہے کہ اس عمل نے ترقی پذیر اور کمزور قوموں کو سخت چیلنجز سے دوچار کر دیا ہے۔

گلوبلائزیشن کا مفہوم

لغوی طور پر "گلوبلائزیشن" سے مراد دنیا کو ایک "عالمی گاؤں" میں تبدیل کرنا ہے۔ یہ تصور بیسویں صدی کے اختتام اور اکیسویں صدی کے آغاز میں زیادہ شدت سے سامنے آیا جب جدید ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ، ٹیکنالوجی اور عالمی تجارت نے پوری دنیا کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا۔اس کے نتیجے میں سرحدوں کی اہمیت نسبتاً کم ہو گئی اور ایک ایسا تصور ابھرا جس میں دنیا کی ہر ریاست اور معاشرہ ایک دوسرے پر انحصار کرنے لگا۔

تاہم یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ گلوبلائزیشن محض ایک سادہ یا مثبت رجحان نہیں۔اس کی مختلف جہتیں ہیں اور ہر جہت اپنے اندر مخصوص اثرات رکھتی ہے۔ سیاسی سطح پر یہ تصور عالمی طاقتوں کو مزید بالادستی عطا کرتا ہے۔ معاشی طور پر یہ عمل سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دیتا ہے۔ ثقافتی اور سماجی لحاظ سے یہ ایک ایسی یکسانیت پیدا کرتا ہے جو مقامی روایات، اقدار اور زبانوں کے لیے خطرہ بنتی ہے۔

سیاسی اثرات

گلوبلائزیشن نے عالمی سیاست کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔اب کوئی بھی ملک دوسرے ممالک کے اثرات سے بالکل الگ نہیں رہ سکتا۔ بڑی طاقتیں اس نظام کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں۔عالمی ادارے جیسے اقوامِ متحدہ، عالمی بینک اور آئی ایم ایف بظاہر تعاون اور ترقی کے نعرے لگاتے ہیں مگر درحقیقت ان کے فیصلے طاقتور ممالک کے حق میں زیادہ ہوتے ہیں۔اس عمل نے کمزور ممالک کی خودمختاری کو متاثر کیا ہے اور ان پر سیاسی دباؤ بڑھادیا ہے۔ چنانچہ چھوٹی ریاستیں اکثر اپنی داخلی پالیسیوں کو عالمی طاقتوں کی مرضی کے مطابق ڈھالنے پر مجبور ہوتی ہیں(1)۔

معاشی اثرات

معاشی سطح پر گلوبلائزیشن نے تجارت، سرمایہ کاری اور سرمایہ کی آزادانہ گردش کو فروغ دیا ہے۔ بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں دنیا بھر میں اپنی شاخیں قائم کر کے منافع سمیٹ رہی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک ان کمپنیوں کے محتاج ہو گئے ہیں اور ان کی معیشتیں اکثر غیر ملکی سرمایہ پر انحصار کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دولت اور وسائل کی تقسیم غیر مساوی ہو گئی ہے۔ طاقتور ممالک اور ان کی کارپوریشنز دن بہ دن امیر تر ہو رہی ہیں جبکہ غریب ممالک مزید غربت اور پسماندگی کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہ صورتحال مقامی صنعتوں اور زراعت کے لیے بھی نقصان دہ ہے کیونکہ وہ عالمی مقابلے میں اپنی جگہ برقرار نہیں رکھ پاتیں۔

ثقافتی اثرات

گلوبلائزیشن کے ثقافتی اثرات سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ میڈیا اور انٹرنیٹ نے مغربی طرزِ زندگی کو پوری دنیا میں عام کر دیا ہے۔ فلمیں، فیشن، موسیقی اور طرزِ رہن سہن نوجوان نسل پر گہرا اثر ڈال رہے ہیں۔اس کے نتیجے میں مقامی ثقافتیں کمزور پڑ رہی ہیں اور زبانیں زوال کا شکار ہیں۔ یہ عمل ایک تہذیبی یکسانیت پیدا کر رہا ہے جو دراصل ثقافتی تنوع کے خاتمے کے مترادف ہے۔ بعض ماہرین کے مطابق گلوبلائزیشن ایک "ثقافتی سامراج" ہے جو طاقتور اقوام کی اقدار کو کمزور اقوام پر مسلط کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک یہی وہ سب سے بڑا خطرہ ہے جو کسی قوم کو اس کی انفرادی شناخت سے محروم کر دیتا ہے۔

سماجی اثرات

سماجی طور پر گلوبلائزیشن نے انسانی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو بدل دیا ہے۔ایک طرف تو دنیا میں رابطے آسان ہو گئے ہیں، تعلیمی اور تحقیقی تعاون بڑھ گیا ہے،اور مختلف ممالک کے لوگ ایک دوسرے کی ثقافت سے واقف ہونے لگے ہیں۔دوسری طرف یہ عمل خاندانی نظام کو کمزور کر رہا ہے، معاشرتی قدروں کو بدل رہا ہے اور نوجوان نسل کو فردیت اور مادیت کی طرف مائل کر رہا ہے۔

تعلیمی اثرات

تعلیم کے شعبے پر بھی گلوبلائزیشن نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ایک طرف تو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کے درمیان تعاون بڑھا ہے اور علم کے نئے در وا ہوئے ہیں۔مگر دوسری طرف تعلیم کو محض معاشی ترقی اور روزگار سے جوڑ دیا گیا ہے۔مقامی زبانوں اور علوم کو نظرانداز کر کے مغربی طرزِ تعلیم کو فوقیت دی جا رہی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اپنی جڑوں سے کٹ رہے ہیں اور ایک ایسی فکر کے اسیر ہو رہے ہیں جو ان کی اپنی تہذیبی اقدار سے ہم آہنگ نہیں۔

مذہبی اثرات

گلوبلائزیشن کے تناظر میں مذہب بھی متاثر ہوا ہے۔مغربی دنیا میں سیکولرازم اور لبرل اقدار کو عام کیا جا رہا ہے جبکہ مذہب کو محض نجی معاملہ بنا دیا گیا ہے۔اس کے برعکس اقبال مذہب کو انسانی زندگی کی اساس قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک مذہب فرد کو نہ صرف روحانی سکون دیتا ہے بلکہ ایک متحرک اور تعمیری کردار بھی عطا کرتا ہے۔اس لیے گلوبلائزیشن کے مذہبی اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اقبال کا پیغام آج بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے(2)۔

یوں گلوبلائزیشن کا مفہوم اور اثرات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ محض ایک مثبت یا منفی رجحان نہیں بلکہ اس کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ایک طرف یہ ترقی، ٹیکنالوجی اور عالمی روابط کو فروغ دیتا ہے مگر دوسری طرف یہ معاشی، ثقافتی اور تہذیبی مسائل کو بھی جنم دیتا ہے۔اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ گلوبلائزیشن کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا جائے جبکہ اس کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے اپنی تہذیبی اور فکری بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔

فکرِاقبال کی بنیادیں

علامہ محمد اقبال کی فکر ایک وسیع اور ہمہ جہت نظام ہے جس میں فلسفہ، ادب، مذہب، سیاست، اور تہذیب سب شامل ہیں۔ان کی فکری عمارت کئی ستونوں پر قائم ہے لیکن ان میں تین بنیادی ستون نمایاں طور پر نظر آتے ہیں: تصورِ خودی، تصورِ ملت اور تصورِ آزادی۔ان تینوں بنیادوں کو سمجھے بغیر اقبال کی فکری کائنات کا ادراک ممکن نہیں۔اقبال نے ان عناصر کے ذریعے نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نیا شعور دیا بلکہ آنے والے وقت کے عالمی مسائل کے حل کی سمت بھی اشارہ کیا۔

تصورِ خودی

اقبال کی فکر کا سب سے بنیادی اور نمایاں پہلو "خودی" ہے۔اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفے میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ فرد کی اصل قوت اس کی خودی میں پوشیدہ ہے۔خودی سے مراد انسان کا وہ شعور ہے جو اسے اپنی حقیقت، اپنی صلاحیتوں اور اپنے مقام سے آگاہ کرتا ہے۔یہ تصور فرد کو بے سمتی اور مایوسی سے نکال کر عمل، عزم اور تخلیق کی راہ دکھاتا ہے۔

اقبال کے نزدیک خودی محض انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اہمیت رکھتی ہے۔ایک فرد جب اپنی خودی پہچان لیتا ہے تو وہ قوم کے لیے کارآمد بن جاتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی قوم اجتماعی طور پر اپنی خودی کو پہچان لے تو وہ دنیا کی قیادت کر سکتی ہے۔یہ تصور دراصل ایک ایسا فکری ہتھیار ہے جس کے ذریعے اقبال نے غلام قوموں کو بیدار کیا۔

گلوبلائزیشن کے تناظر میں خودی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔آج کے دور میں فرد اور قوم دونوں بیرونی اثرات اور مغربی تہذیبی دباؤ کے زیرِ اثر اپنی شناخت کھونے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ایسے میں اقبال کا پیغام یہ ہے کہ اصل طاقت باہر سے نہیں بلکہ اندر سے حاصل ہوتی ہے۔اگر قومیں اپنی خودی کو مضبوط کریں تو کوئی طاقت انہیں محکوم نہیں بنا سکتی (3)۔

تصورِ ملت

اقبال کی فکر کی دوسری بڑی بنیاد "ملت" کا تصور ہے۔ اقبال نے ہمیشہ مسلمانوں کو ایک ملت کے طور پر دیکھا اور اس تصور کو اپنی شاعری اور فلسفے میں مرکزی حیثیت دی۔ ان کے نزدیک اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل تہذیبی اور سیاسی نظام ہے جو دنیا کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو سکتا ہے۔

اقبال کا یہ تصور اس وقت کے سیاسی حالات کے بالکل برعکس تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمان مختلف قومیتوں، زبانوں اور جغرافیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اقبال نے ان کو یہ شعور دیا کہ ان کی اصل شناخت اسلام اور قرآن کی بنیاد پر قائم ملت ہے۔ ان کے نزدیک اگر مسلمان اپنی ملی وحدت قائم کرلیں تو وہ دنیا میں ایک مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

گلوبلائزیشن کے اس دور میں جب قومیت اور ریاست کی بنیاد پر تقسیم بڑھ رہی ہے، اقبال کا یہ پیغام اور بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ آج دنیا کے مسلمان مختلف خطوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور مغربی سیاسی و تہذیبی دباؤ کا شکار ہیں۔ اقبال کی فکر ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی اصل طاقت اس کی فکری اور روحانی وحدت میں ہے، نہ کہ جغرافیائی حدود یا نسلی بنیادوں میں (4)۔

تصورِ آزادی

اقبال کی فکر کی تیسری اہم بنیاد آزادی ہے۔ آزادی ان کے ہاں محض سیاسی آزادی نہیں بلکہ فکری، روحانی اور معاشی آزادی بھی ہے۔ غلامی کو وہ انسان اور قوم دونوں کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک غلامی فرد کی خودی کو کچل دیتی ہے، ملت کو بے حس کر دیتی ہے اور قوم کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری میں بارہا اس بات پر زور دیا کہ آزادی کے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔ آزادی انسان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع دیتی ہے اور ملت کو اپنی تہذیبی شناخت کے ساتھ ترقی کرنے کی راہ دکھاتی ہے۔ وہ صرف سیاسی آزادی کے قائل نہ تھے بلکہ ان کے نزدیک حقیقی آزادی اس وقت ملتی ہے جب فرد اور قوم اپنی فکری بنیادوں کو قرآن اور سنت سے ہم آہنگ کر لیں۔

گلوبلائزیشن کے اس عہد میں آزادی کا تصور نئے معانی اختیار کر گیا ہے۔ آج ترقی پذیر ممالک سیاسی طور پر آزاد تو ہیں مگر معاشی اور تہذیبی طور پر بڑی طاقتوں کے زیرِ اثر ہیں۔ یہ دراصل نئی قسم کی غلامی ہے جسے اقبال صدیوں پہلے بھانپ گئے تھے۔ ان کا پیغام یہی ہے کہ قومیں اپنی اصل بنیادوں پر کھڑی ہو کر ہی اس غلامی سے نجات پا سکتی ہیں۔

یوں اقبال کی فکر کی یہ تین بنیادیں——خودی، ملت اور آزادی——آج بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنی ان کے دور میں تھیں۔ گلوبلائزیشن نے دنیا کو نئے مسائل سے دوچار کر دیا ہے مگر ان مسائل کا حل اقبال کی فکر میں پوشیدہ ہے۔ خودی فرد کو اپنی پہچان دیتی ہے، ملت قوم کو وحدت عطا کرتی ہے اور آزادی انہیں بیرونی اثرات سے بچنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ یہ تینوں عناصر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور مل کر ایک مکمل فکری نظام تشکیل دیتے ہیں۔

فکرِ اقبال اور گلوبلائزیشن کے چیلنجز

اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفیانہ فکر میں ایسے اصول پیش کیے جو نہ صرف ان کے عہد کے حالات سے ہم آہنگ تھے بلکہ آنے والے وقت کے بڑے عالمی مسائل کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ موجودہ صدی میں جب گلوبلائزیشن نے دنیا کو نئی سمتوں میں دھکیل دیا ہے، اقبال کی فکر ان چیلنجز کے مقابلے کے لیے ایک زبردست فکری قوت مہیا کرتی ہے۔ گلوبلائزیشن کے چند بڑے چیلنجز جن پر اقبال کی فکر خاص طور پر روشنی ڈالتی ہے، درج ذیل ہیں۔

تہذیبی یلغار اور شناخت کا بحران

گلوبلائزیشن کے نتیجے میں دنیا بھر کی ثقافتیں اور روایات مغربی تہذیب کے دباؤ میں آ رہی ہیں۔ میڈیا اور ٹیکنالوجی کے ذریعے مغربی اقدار، فیشن، طرزِ زندگی اور زبانیں دنیا بھر میں غالب ہو رہی ہیں۔ اس عمل نے کئی قوموں کو اپنی تہذیبی شناخت کے بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ اقبال نے اپنے وقت میں بھی تہذیبی غلامی کے خطرات کو محسوس کیا تھا۔ ان کے نزدیک وہ قومیں جو اپنی تہذیبی بنیادوں کو چھوڑ دیتی ہیں، دوسروں کی غلامی قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری میں بار بار مسلم تہذیب کی اصل بنیادوں یعنی قرآن و سنت اور اسلامی روایات کی طرف رجوع کرنے پر زور دیا۔ آج گلوبلائزیشن کے دباؤ کے مقابلے میں یہ پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اپنی شناخت بچانا ہی اصل کامیابی ہے (5)۔

معاشی استحصال اور نو آبادیاتی رویے

گلوبلائزیشن کے معاشی پہلو نے ترقی پذیر ممالک کو شدید متاثر کیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور ملٹی نیشنل کمپنیاں وسائل پر قبضہ کر کے معاشی استحصال کو نئی شکل میں آگے بڑھا رہی ہیں۔ اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام کو محض ایک معاشی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک استحصالی قوت قرار دیا تھا جو کمزور اقوام کو محکوم رکھتی ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کا معاشی نظام عدل و مساوات پر مبنی ہے جو استحصال کی جڑ کاٹتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے تناظر میں اقبال کی فکر یہی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ جب تک کمزور قومیں اپنی معیشت کو اپنے اصولوں کے مطابق نہیں ڈھالتیں، وہ حقیقی آزادی حاصل نہیں کر سکتیں(6)۔

فردیت اور مادیت کا فروغ

گلوبلائزیشن نے دنیا کو صارفیت اور مادیت کے جادو میں جکڑ لیا ہے۔ فرد کی شناخت زیادہ تر اس کی مادی حیثیت اور معاشی کامیابی سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ یہ رجحان انسان کو اس کی روحانی اور اخلاقی بنیادوں سے کاٹ دیتا ہے۔ اقبال نے اس رویے کی مخالفت کی اور بار بار اس بات پر زور دیا کہ حقیقی ترقی فرد کے اندرونی کمال اور روحانی ارتقاء سے وابستہ ہے۔ ان کے نزدیک عشق، ایمان اور خودی ہی وہ قوتیں ہیں جو انسان کو محض مادہ پرستی سے اوپر اٹھا سکتی ہیں۔

تعلیمی بحران

گلوبلائزیشن کے زیرِ اثر تعلیم محض ایک معاشی وسیلہ بن گئی ہے۔ جامعات اور ادارے زیادہ تر ایسے ماہرین پیدا کر رہے ہیں جو عالمی منڈی کی ضرورت پوری کریں مگر اپنی تہذیب اور معاشرے کے مسائل حل نہ کر سکیں۔ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد انسان کو خودی کا شعور دینا اور اسے ایک متوازن شخصیت میں ڈھالنا ہے۔ ان کا یہ تصور آج بھی اس تعلیمی بحران کا حل فراہم کرتا ہے۔

نوجوان اور مستقبل کے چیلنجز

اقبال نے نوجوانوں کو ہمیشہ اپنی قوم کا اصل سرمایہ قرار دیا۔ گلوبلائزیشن کے دباؤ میں نوجوان نسل مغربی اثرات کا سب سے زیادہ شکار ہے۔ سوشل میڈیا، فلم اور پاپ کلچر نے ان کے طرزِ فکر اور طرزِ حیات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اقبال کا پیغام یہ ہے کہ نوجوان اگر اپنی خودی کو پہچان لیں اور عشقِ رسول ﷺ سے وابستہ ہو جائیں تو وہ ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ پیغام آج کے نوجوان کے لیے سب سے بڑی فکری قوت ہے۔

مجموعی جائزہ

یوں گلوبلائزیشن کے بڑے چیلنجز——تہذیبی یلغار، معاشی استحصال، فردیت، مادیت اور تعلیمی بحران——سب کے سب اقبال کی فکر کی روشنی میں نہ صرف سمجھنے کے قابل ہیں بلکہ ان کا حل بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کا فکری سرمایہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کوئی بھی قوم اگر اپنی خودی کو پہچان لے، اپنی ملت کی بنیادوں کو مضبوط کرے اور آزادی کو اپنا مقصدِ حیات بنائے تو گلوبلائزیشن کے منفی اثرات سے بچ سکتی ہے۔

بحث و تجزیہ

اقبال کی فکر اور گلوبلائزیشن کے تناظر میں کیے گئے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اقبال محض شاعر یا فلسفی نہیں تھے بلکہ وہ ایک ایسے مفکر تھے جنہوں نے اپنی قوم کو آئندہ کے خطرات اور چیلنجز سے بروقت آگاہ کیا۔ ان کے افکار میں موجود بصیرت اور رہنمائی آج بھی عالمی سطح پر اہمیت رکھتی ہے۔ بحث و تجزیہ کا یہ حصہ دراصل اس سوال کا جواب دینے کی کوشش ہے کہ کیا اقبال کی فکر موجودہ گلوبلائزیشن کے دور میں مسائل کا حل فراہم کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کے مختلف پہلو درج ذیل ہیں۔

اقبال کی فکر اور جدید عالمی تناظر

اقبال کے عہد میں نوآبادیاتی نظام اپنے عروج پر تھا اور مسلمان سیاسی و تہذیبی طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور ایک نئی فکری و تہذیبی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آج گلوبلائزیشن نے نوآبادیات کو ایک نئی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ اب یہ غلامی سیاسی طور پر کم اور معاشی و تہذیبی سطح پر زیادہ نمایاں ہے۔ اقبال کی فکر ہمیں بتاتی ہے کہ غلامی کی ہر شکل کا علاج اپنی خودی کو پہچاننے، اپنے دین سے وابستہ رہنے اور آزادی کو مقصدِ حیات بنانے میں ہے (7)۔

یہاں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ اقبال نے صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے فکر پیش نہیں کی بلکہ ان کا تصور پوری انسانیت کے لیے تھا۔ان کے ہاں انسان کی اصل حیثیت ایک خلیفۃ اللہ کی ہے، جو زمین پر عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے مامور ہے۔اس تصور کی روشنی میں گلوبلائزیشن کے چیلنجز کا مقابلہ محض سیاسی یا معاشی سطح پر نہیں بلکہ فکری اور روحانی سطح پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

ثقافتی سامراج اور اقبال کی مزاحمت

گلوبلائزیشن کا سب سے بڑا چیلنج ثقافتی سامراج ہے۔ مغربی تہذیب نے اپنی اقدار اور طرزِ زندگی کو میڈیا، تعلیم اور ٹیکنالوجی کے ذریعے دنیا پر مسلط کر دیا ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مقامی ثقافتیں اور زبانیں کمزور ہو رہی ہیں اور نئی نسل اپنی تہذیبی بنیادوں سے دور جا رہی ہے۔اقبال نے اس چیلنج کو بہت پہلے محسوس کر لیا تھا۔ان کے نزدیک مغرب کی اندھی تقلید غلامی کی سب سے بڑی علامت ہے۔وہ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان اپنی اصل شناخت کو قرآن و سنت اور اپنی تاریخی روایات میں تلاش کریں۔یہی سوچ آج بھی ہمیں اس تہذیبی یلغار سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

اقبال اور نوجوان نسل

اقبال کے نزدیک نوجوان قوم کا حقیقی سرمایہ ہیں۔گلوبلائزیشن کے زیرِاثر نوجوان نسل سب سے زیادہ متاثر ہو رہی ہے۔مادیت، فردیت اور صارفیت نے انہیں اپنی تہذیب سے کاٹ دیا ہے۔اقبال نے نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دی جو بلند پرواز کرتا ہے اور دوسروں کی تقلید نہیں کرتا۔ان کا یہ تصور آج بھی نوجوانوں کو ایک نیا حوصلہ دیتا ہے کہ وہ مغربی تقلید کے بجائے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور دنیا میں قیادت کا کردار ادا کریں(8)۔

اقبال کا پیغام اور عالمی انصاف

گلوبلائزیشن نے دنیا میں معاشی اور سماجی ناہمواریوں کو بڑھا دیا ہے۔طاقتور ممالک اور کارپوریشنز نے کمزور اقوام کو معاشی استحصال کا شکار بنا رکھا ہے۔اقبال کا پیغام عدل و انصاف پر مبنی ہے۔وہ سرمایہ دارانہ اور استحصالی نظام کو رد کرتے ہیں اور اسلام کے معاشی اصولوں کو حقیقی آزادی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔آج کی دنیا میں یہ پیغام اس لیے زیادہ اہم ہے کہ عالمی سطح پر انصاف اور مساوات کی کمی ہر جگہ نمایاں ہے۔

مذہب کی اہمیت

گلوبلائزیشن کے زیرِاثر دنیا میں مذہب کو ایک نجی معاملہ بنا دیا گیا ہے۔سیکولرازم اور لبرل اقدار کو فروغ دیا جا رہا ہے جبکہ مذہب کی اجتماعی حیثیت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔اقبال کے نزدیک مذہب زندگی کا بنیادی ڈھانچہ ہے جو فرد اور معاشرے کو مقصد، سمت اور طاقت عطا کرتا ہے۔یہی وہ اصول ہے جو آج بھی دنیا کو درکار ہے۔

بحث و تجزیہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اقبال کی فکر آج بھی نہ صرف برصغیر بلکہ پوری دنیا کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔گلوبلائزیشن کے چیلنجز ـــــ چاہے وہ تہذیبی ہوں، معاشی ہوں یا تعلیمی ـــــ سب کا حل اقبال کے افکار میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ان کی فکر کا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ انسان اپنی اصل حقیقت کو پہچانے، اپنی خودی کو مضبوط کرے اور آزادی کو مقصد بنائے۔اگر قومیں اس راستے پر چلیں تو گلوبلائزیشن کے منفی اثرات سے بچ سکتی ہیں اور اس کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

اس تحقیقی مطالعے کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوئی کہ اقبال کی فکر محض ایک ادبی یا فلسفیانہ سرمایہ نہیں بلکہ ایک ایسا جامع فکری نظام ہے جو آج کی دنیا کے بڑے چیلنجز کا جواب فراہم کرتا ہے۔گلوبلائزیشن نے دنیا کو ایک دوسرے کے قریب تو کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی نئے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ان مسائل میں تہذیبی یلغار، معاشی استحصال، روحانی بحران، تعلیم کی تجارتی حیثیت، اور نوجوان نسل کی شناخت کا زوال نمایاں ہیں۔ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

اقبال نے جو تصورِ خودی پیش کیا، وہ آج بھی گلوبلائزیشن کے منفی اثرات کا سب سے بڑا جواب ہے۔جب فرد اور قوم اپنی اصل حقیقت کو پہچان لیتے ہیں تو وہ دوسروں کی غلامی قبول نہیں کرتے۔موجودہ دور میں جب مغربی تہذیب اپنی اقدار مسلط کر رہی ہے، خودی کا یہی شعور قوموں کو اپنی پہچان قائم رکھنے کی قوت دیتا ہے۔

گلوبلائزیشن نے قوموں کو زیادہ قریب لانے کے ساتھ ساتھ تقسیم اور ٹکراؤ کو بھی جنم دیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنی ملت کے تصور کو زندہ کریں۔ اقبال کے نزدیک ملت صرف مذہبی وابستگی نہیں بلکہ ایک ایسا نظام ہے جو دنیا کے مسلمانوں کو فکری اور روحانی بنیاد پر جوڑتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ملت کی وحدت کے بغیر مسلمان گلوبلائزیشن کے دباؤ کا سامنا نہیں کر سکتے۔

اقبال کے نزدیک آزادی صرف سیاسی غلامی سے نجات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فکری اور روحانی آزادی بھی ہے۔ آج اگرچہ زیادہ تر ممالک سیاسی طور پر آزاد ہیں لیکن معاشی اور تہذیبی غلامی نے انہیں اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ اقبال کی فکر اس بات پر زور دیتی ہے کہ حقیقی آزادی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب قومیں اپنی معیشت، اپنی تعلیم اور اپنی ثقافت کو اپنی اصل بنیادوں پر استوار کریں۔

نتائج سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ گلوبلائزیشن کے معاشی پہلو نے ترقی پذیر ممالک کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور عالمی طاقتیں وسائل پر قبضہ کر کے کمزور قوموں کو محکوم بنا رہی ہیں۔ اقبال کے افکار معاشی انصاف اور مساوات پر زور دیتے ہیں۔ اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ اگر مسلم ممالک اپنی معیشت کو عدل و مساوات کے اصولوں پر استوار کریں تو وہ گلوبلائزیشن کے معاشی دباؤ سے نکل سکتے ہیں۔

تعلیم کے میدان میں گلوبلائزیشن نے ایسے ماڈل متعارف کرائے ہیں جو زیادہ تر عالمی منڈی کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، مگر مقامی معاشرے کی فکری و اخلاقی تربیت کو نظرانداز کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد خودی کو بیدار کرنا اور ایک متوازن شخصیت کی تشکیل ہے۔ نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ تعلیمی بحران سے نکلنے کے لیے اقبال کا تعلیمی تصور بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

یہ نتیجہ بھی نمایاں ہے کہ گلوبلائزیشن کے اثرات سب سے زیادہ نوجوان نسل پر مرتب ہو رہے ہیں۔ ان کی تہذیبی شناخت اور فکری آزادی خطرے میں ہے۔ اقبال نے نوجوانوں کو ہمیشہ اپنی قوم کا سرمایہ قرار دیا اور انہیں شاہین کی طرح بلند پرواز کی تلقین کی۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر نوجوان اپنی خودی کو پہچان لیں تو وہ گلوبلائزیشن کے دباؤ کو مثبت امکانات میں بدل سکتے ہیں۔

گلوبلائزیشن کی یلغار نے مقامی ثقافتوں کو کمزور کر دیا ہے اور دنیا کے بیشتر خطے مغربی اقدار کے زیرِ اثر ہیں۔ نتائج سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر قومیں اپنی تہذیبی بنیادوں کو چھوڑ دیں تو ان کی بقا مشکل ہو جاتی ہے۔ اقبال کا پیغام یہی ہے کہ اپنی شناخت کو قائم رکھنے کے لیے قرآن و سنت اور اپنی روایات سے رشتہ مضبوط کرنا ضروری ہے۔

گلوبلائزیشن نے معاشی اور سیاسی ناہمواریوں کو بڑھا دیا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت عدل و انصاف کے نظام کی ہے، اور اقبال کی فکر اس سمت واضح رہنمائی کرتی ہے۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام کی بجائے اسلام کے عدل پر مبنی معاشی ڈھانچے کو حقیقی انصاف کا ضامن قرار دیتے ہیں۔

نتائج سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گلوبلائزیشن نے مذہب کو ایک نجی معاملہ بنا کر اس کی اجتماعی حیثیت کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال کے مطابق مذہب انسان اور معاشرے دونوں کے لیے رہنمائی کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ اس لیے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مذہب کو محض ذاتی عبادات تک محدود کرنے کے بجائے اسے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کا ذریعہ بنایا جائے۔

مجموعی طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اقبال کی فکر محض ایک تاریخی ورثہ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے جو آج بھی عالمی سطح پر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ گلوبلائزیشن کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھانے اور منفی اثرات سے بچنے کے لیے اقبال کے افکار کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

فکرِ اقبال کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ ان کی فکر محض ایک مخصوص عہد کی رہنمائی تک محدود نہیں بلکہ یہ آفاقی پہلو رکھتی ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی، پیغامِ عمل اور تصورِ آزادی کے ذریعے انسان کو یہ باور کرایا کہ فرد اور قوم اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر نہ صرف دنیاوی ترقی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اپنی تہذیبی شناخت کو بھی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرد کی تعمیر ہی قوم کی تعمیر ہے، اور یہی تصور آج کے دور میں بھی اپنی معنویت رکھتا ہے۔

گلوبلائزیشن کے تناظر میں اقبال کی فکر مزید اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ آج کا انسان اگرچہ سائنسی اور تکنیکی ترقی کے سبب بے شمار سہولتوں سے بہرہ ور ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی شناخت کے بحران کا شکار بھی ہے۔ ثقافتی یلغار، مادیت پرستی، اور معاشی استحصال جیسے عوامل نے انسانی اقدار کو کمزور کیا ہے۔ ایسے میں اقبال کا فلسفہ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ اصل کامیابی اپنے اندر کی طاقت کو پہچاننے اور اس کے ذریعے دنیا میں مثبت کردار ادا کرنے میں ہے۔

اقبال کی فکر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ نوجوان نسل کو متحرک قوت سمجھتے ہیں۔ وہ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نوجوان اپنے ماضی سے جڑ کر حال کو بہتر بنائیں اور مستقبل کے لیے ایک واضح لائحہ عمل اختیار کریں۔ یہ پیغام آج کے معاشروں کے لیے انتہائی قیمتی ہے، کیونکہ گلوبلائزیشن کی تیز رفتاری نے نوجوانوں کو مختلف فکری اور ثقافتی چیلنجز سے دوچار کر دیا ہے۔

یہ کہنا بجا ہوگا کہ اقبال کی فکر صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک پیغام رکھتی ہے۔ ان کے اشعار اور خطبات انسان کو روحانی بالیدگی، فکری آزادی اور عملی جدوجہد کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کا فلسفہ ایک ہمہ گیر انسانی پیغام ہے جو آج بھی دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کی فکر گلوبلائزیشن کے چیلنجز کے مقابل ایک فکری و عملی قوت ہے۔ ان کا پیغام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جدید ترقی کے ثمرات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی تہذیبی اور فکری اساس کو محفوظ رکھنا ممکن ہے۔ اگر ان کے افکار کو درست طور پر سمجھا اور اپنایا جائے تو موجودہ دور کے مسائل نہ صرف حل ہو سکتے ہیں بلکہ انسانیت کے لیے ایک نیا تعمیری راستہ بھی کھل سکتا ہے۔

حوالہ جات

1. کاظمی، ظفر حسین، عالمی سیاست اور گلوبلائزیشن، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2008، ص112۔
2. فاروقی، محمود احمد، فکرِ اقبال اور جدید دنیا، کراچی: دارالاشاعت، 2012، ص76۔
3. احمد، خورشید، اقبال کا تصورِ خودی، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2005، ص67۔
4. ندوی، سید سلیمان، فکرِ اقبال: ایک مطالعہ، دارالاشاعت، کراچی، 2010، ص91۔
5. جاوید، عبدالسلام، اقبال اور تہذیبی چیلنجز، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2011، ص134۔
6. قریشی، رشید احمد، فکرِ اقبال اور معاشی نظام، دارالاشاعت، کراچی، 2015، ص88۔
7. صدیقی، ظہور احمد، اقبال اور جدید چیلنجز، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2009، ص142۔
8. حبیب، انور، نوجوان اور فکرِ اقبال، دارالاشاعت، کراچی، 2013، ص101۔